بسم اللہ الرحمٰن الرحیم　　محمدہٗ و نصلی علیٰ رسول الکریم　　وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود

# پیش لفظ

## میرا محبوب آقا ۔ بیان سیرت شفیع کائنات صلعم

ایوب احمدیت حضرت صاحبزادہ مرزا رفیع احمد (نور اللہ مرقدہ) نے ۱۹۶۶ء کے وسط میں جبکہ آپ بطور صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ۔ کراچی کے دورے پر تشریف لائے تو بمقام ڈرگ روڈ سیرت النبی ﷺ کے موضوع پر ایک پبلک جلسہ میں زبانی خطاب فرمایا جسے راقم نے محفوظ کرنے کا بندوبست کیا تھا۔ یہ پُر وجد، روح پرور، پُر بصیرت اور پُر تاثیر خطاب آپ ایسے صاحب حال عاشقِ رسول ﷺ کا ایک اعجازی شاہکار ہے۔ آپ کی خواہش تھی کہ اسے شائع کیا جاوے مگر بوجوہ آپ کی زندگی میں یہ ممکن نہ ہو سکا۔ اب اللہ تعالیٰ کی توفیق اور محض اُسکی خوشنودی کیلئے اور مقرر کی خواہش کی تکمیل کیلئے اس راقم نے اپنی ذمہ داری پر اِسکی اشاعت کا انتظام کیا ہے اور نفس مضمون کی نسبت سے اسکا عنوان 'میرا محبوب آقا ۔ بیان سیرت شفیع کائنات صلعم' رکھا ہے۔

انشاءاللہ اِس کے مطالعہ سے ہر قاری کا اللہ تعالیٰ اور اُسکے پاک نبی ﷺ سے جذبہ محبت نمایاں طور پر ترقی کرے گا۔

والسلام
راقم چوہدری غلام احمد
معتمد ایوب احمدیت ۔ محمود ثانی

تشہد۔ تعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد مندرجہ ذیل آیات قرآنی تلاوت کیں اور پھر تقریر شروع کی۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا (33:45) وَدَاعِيًا إِلَى اللَّهِ بِإِذْنِهِ وَسِرَاجًا مُّنِيرًا (33:46)
وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ بِأَنَّ لَهُم مِّنَ اللَّهِ فَضْلًا كَبِيرًا (33:47)

## تقریر:

مجھے اپنے آقا و مولیٰ محمد مصطفےٰ ﷺ سے محبت ہے۔ آپ کے حسن کی وجہ سے اور آپ کے احسان کی وجہ سے ایسی محبت کہ میرے پاس الفاظ نہیں ہیں کہ اس کا بیان کر سکوں۔ مجھے تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ یہ ایک فطرتی اور طبعی اور موروثی چیز ہے۔ یقیناً اُس میں میری کسی خوبی کا اور میری کوشش کا اور میری کسی سعی کا دخل نہیں ہے۔ بلکہ جب سے میں نے ہوش سنبھالا اپنے مقدس باپ اور مقدس ترین دادا کی وراثت کے طور پر اپنے سید و مولا محمد مصطفےٰ ﷺ کی محبت کو اپنے سینے میں جوش زن پایا۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

بگیسوئے رسول اللہ کہ ہستم    نثار رُوئے تابانِ محمدؐ

مجھے رسول اللہ ﷺ کے گیسوں کی قسم ہے کہ میں آپکے حسین اور جمیل اور روشن چہرہ پر نثار اور قرباں ہوں جیسے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ

دلبرا مجھ کو قسم ہے تیری یکتائی کی    آپ کو تیری محبت میں بھلایا ہم نے

مگر یہ بات نہیں ہے کہ یہ محبت اِس قسم کی ہے جیسا کہ انسان اپنی قوم کے بزرگوں سے اس لئے کرتا ہے کہ وہ اُس کی قوم کی طرف منسوب ہوتے ہیں اور اُسکی عقل اور سمجھ اور صحیح وجدان کا کوئی دخل نہیں ہوتا بلکہ میں نے دیکھا اور میں نے غور کیا اور اِس بات کو بالکل سچ پایا بلکہ حقیقت سے کمتر پایا کہ۔

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری    آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

بیشک یوسف کا حسن بے مثال تھا لیکن آنحضرت ﷺ کے حسن کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ مسیح نے مردے زندہ کئے اور یقیناً کئے مگر آنحضرت ﷺ کی مسیحائی کا مقابلہ مسیح علیہ السلام کا احیائے موتیٰ کا معجزہ نہیں کر سکتا۔ مسیح نے جو مردے زندہ کئے وہ پھر مر گئے لیکن جن مُردوں کو ہمارے سید و مولیٰ محمد مصطفےٰ ﷺ نے زندہ کیا وہ آج تک زندہ ہیں اور قیامت تک زندہ رہیں گے۔ ابوبکرؓ اور عمرؓ اور عثمانؓ اور علیؓ مردہ تھے کہ محمد مصطفےٰ ﷺ کے ہاتھوں سے زندہ کئے گئے۔ یہی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ قوت قدسیہ عطا فرمائی اور یہ اعجاز مسیحائی عطا فرمایا کہ آپ نہ صرف مُردوں کو زندہ کرنے والے ہیں بلکہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے یہ قدرت عطا فرمائی اور اعجاز عطا فرمایا کہ آپ مسیحا بنا سکتے ہیں آپ کے ہاتھوں سے جو مُردے زندہ ہوتے ہیں وہ دوسروں کو زندہ کر سکتے ہیں اور اُن کے اندر خود اعجاز احیائے موتیٰ ہوتا ہے اور ان کے اندر خود مسیحائی پائی جاتی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اِس بات کا زندہ ثبوت ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو جو اعجاز احیائے موتیٰ کا معجزہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیا گیا مسیح اُسکا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

أَحْيَيْتَ أَمْوَاتَ الْقُرُوْنِ بِجَلْوَةٍ    مَاذَا يُمَاثِلُكَ بِهٰذَا الشَّانِ

صدیوں کے مردہ تھے اور مُردنی ایسی ان میں چھائی ہوئی تھی کہ اُن کی ہڈیاں تک گل چکی تھیں مگر احییت اموات القرون بجلوۃٍ وہ خدائی جلوہ جو آپ کے ذریعہ ظاہر ہوا اُس

کے ذریعہ سے آپ نے ایک جلوہ میں مُردوں کو زندہ کیا ماذ ایماثلک بھذا الشانِ کون ہے جو آپ کا اس شان میں مقابلہ کر سکے۔

إِنِّی لَقَدْ أُحْیِیْتُ مِنْ إِحْیَآئِہٖ وَاھًا لِإِعْجَازٍ فَمَا أَحْیَانِیْ

فرماتے ہیں میں خود محمد مصطفےٰ ﷺ کے اعجاز احیائے موتیٰ کا زندہ ثبوت ہوں۔ مجھے محمد مصطفےٰ ﷺ نے روحانی زندگی عطا فرمائی ہے اور ایسی روحانی زندگی عطا فرمائی ہے واھاً لا عجاز کیا عظیم الشان معجزہ ہے کہ فما احیانی دیکھو کہ کس قسم کی زندگی مجھے عطا فرمائی ہے کہ آج میں مشرق و مغرب میں اور شمال اور جنوب میں گوروں اور کالوں، اپنوں اور غیروں کو، عیسائیوں اور یہودیوں، ہندوؤں کو سب کو چیلنج کرتا ہوں کہ آئیں اور میرا مقابلہ کریں کہ احیائے موتیٰ کی صفت محمد رسول اللہ ﷺ کے غلاموں کو دی گئی ہے یا دوسروں کو۔ اگر مسیح کا اعجاز کوئی زندہ اعجاز ہوتا تو اُسکے ساتھ مر نہ جاتا مگر ہمارے رسول کا اعجاز ایک زندہ اعجاز تھا اور اُسکا ثبوت چودہ سو سال پہلے ختم نہیں ہو گیا آج بھی اس بات کا ثبوت پایا جاتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے محی اموات بنا کر بھیجا اور اعجاز یہ عطا فرمایا کہ آپکی مسیحائی سے مردے زندہ ہو سکتے ہیں کہ کسی نے سچ کہا ہے۔

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری

آپ کو یقیناً دم عیسیٰ دیا گیا تھا بلکہ اُس سے بھی بڑھ کر۔ بلکہ آپ کو خدا تعالیٰ نے یہ قوت عطا فرمائی کہ مسیح نے مردے زندہ کئے اور آپ کے اعجاز نے مسیحا بنا کر دکھا دئے۔ ایک نہیں دو نہیں بہت سارے بنا کر دکھائے اور ہم خدا تعالیٰ کے فضل سے اُمید رکھتے ہیں کہ تا قیامت اور مسیحا آپ کی اُمت میں پیدا ہوتے چلے جائیں گے۔

ید بیضا داری۔ موسیٰ علیہ السلام نے ید بیضا کا معجزہ دکھایا اور عظیم الشان معجزہ دکھایا مگر رسول اللہ ﷺ نے جو تعلیم دنیا کو دی اُس کا ہر لفظ ایک ید بیضا ہے۔ آپ کی زندگی میں ہم ہر روز ایک ید بیضا کا اعجاز دیکھتے ہیں جو کسی اور نبی کی زندگی میں پایا نہیں جاتا۔

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

وہ خوبیاں جو متفرق طور پر اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات کو عطا فرمائیں۔ دنیا میں خدا تعالیٰ نے بہت سارے خوب پیدا کئے ہیں، بہت سارے حسین و جمیل پیدا کئے ہیں اُنکو بہت ساری خوبیاں اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی ہیں۔ مگر ایک ہی انسان ہے جس کے وجود میں وہ تمام کمالات اکٹھے کر دئے گئے ہیں اور جامع جمیع کمالات متفرقہ آپ کا ہی وجود ٹھرا اسلئے مجھے آپ سے محبت ہے۔ اپنی ساری جان کے ساتھ اور اپنے سارے دل کیساتھ۔

میں نے آدم کو دیکھا اور اُسکے حسن کو دیکھا۔ یقیناً وہ خدا کے پاکیزہ بندوں میں سے تھا اور باکمال انسانوں میں سے تھا۔ وہ یقیناً صفی اللہ تھا اور اُسکی یہ بات نہایت پسندیدہ ہے۔ جب اُس سے لغزش ہوئی تو اُس نے غرور اور تکبر سے کام نہیں لیا بلکہ خداوند کے حضور میں جھکا اور ایک بچے کے سے توکل کیساتھ پکارا۔

رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنفُسَنَا وَإِن لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ (7:23)

خدایا قصور ہوا مجھ سے میں اقرار کرتا ہوں کہ میں نے اپنی جان پر ظلم کیا اور قصور کیا مگر اِن لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا ۔ لیکن اگر تو نے نہ بخشا اور تو نے نہ رحم کیا تو مولا اور کونسا در ہے جہاں ہم جائیں گے۔ ایک بچے کی طرح سے جس سے اگر ماں ناراض ہوتی ہے تب بھی وہ ماں ہی کا دامن پکڑتا ہے۔ آدم نے اپنے خدا کا دامن پکڑا اور یہ اُسکی بات مجھے بہُت پسند آئی۔ یقیناً وہ اِس قابل ہے کہ اُس سے محبت کی جائے۔

میں نے نوح علیہ السلام کو دیکھا اور خدا کی ذات کے لئے اُنکی غیرت مجھے بہت ہی بھائی۔ اُن کا خدا کے حضور میں یہ عرض کرنا

رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكَافِرِينَ دَيَّارًا (71:26)

خدایا زمین پر ایک بھی کافر کو باقی نہ چھوڑ۔ کسی سخت دلی کی بناء پر نہ تھا بلکہ خدا کی ذات کی غیرت کی وجہ سے تھا۔ اُن کے ذریعہ سے خدا کا قہر چمکا اور خدا نے اپنی قہری تجلی

نوح علیہ السلام کے ذریعہ سے دُنیا کو دکھائی۔ سو نوح بھی خدا کا صالح بندہ اور قابل محبت اور قابل احترام ہے۔

میں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا اور انکی بہت ہی تعریف قرآن میں پڑھی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دل میں شرک سے انتہائی نفرت پائی جاتی تھی اور توحید سے بہت ہی محبت پائی جاتی تھی اور انہوں نے اپنے ماں باپ کو اپنے عزیزوں کو اور وطن کو اور سب کو خیر باد کہا اور کہہ دیا کہ تم سب سے بری ہوں۔ انھم عدو لی الارب العالمین۔ سوائے ایک خدا کے سب میرے دشمن اور میں سب کا دشمن ہوں اور میرا کسی سے کوئی تعلق نہیں ہے اور خدا کی خاطر اُن سب کو چھوڑا اور نوے سال کی عمر میں وطن سے دور اور عزیزوں سے دور سب کچھ چھوڑ کر جب آخری عمر میں اللہ تعالیٰ نے ان کو ایک سہارا عطا کیا۔ ایک بیٹا عطا کیا تو اس نے اُس بیٹے سے بھی دریغ نہ کی اور خدا کی خاطر اُس بیٹے کو بھی قربان کرنے کیلئے تیار ہو گیا۔ قربانی کا ایک عظیم الشان نمونہ دنیا کے سامنے قائم کیا۔ ایک طرف تو اللہ تعالیٰ سے یہ محبت اور یہ جذبہ کہ اپنے بیٹے کو بھی قتل کرنے کیلئے تیار ہو گئے مگر دوسری طرف اتنی رحم دلی اور اتنا حلم کہ جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو خبر دی گئی کہ لوط کی قوم کو تباہ کیا جائیگا تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

يُجَادِلُنَا فِي قَوْمِ لُوطٍ(11:74) إِنَّ إِبْرَاهِيمَ لَحَلِيمٌ أَوَّاهٌ مُّنِيبٌ(11:75)

ساری رات وہ خدا سے لڑتا رہا۔ جھگڑتا رہا۔ انسان ذرہ بے مقدار کی کیا حیثیت کہ خدا سے لڑے یہ پیار اور لاڈ کی باتیں ہوا کرتی ہیں خدا اور اسکے پاک بندوں کے درمیان۔ فرماتا ہے يُجَادِلُنَا فِي قَوْمِ لُوطٍ وہ ہم سے جھگڑتا رہا خدایا لوط کی قوم کو بخش دے۔ خدایا لوط کی قوم کو بخش دے۔ فرمایا

إِنَّ إِبْرَاهِيمَ لَحَلِيمٌ أَوَّاهٌ مُّنِيبٌ

ابراہیم بڑا ہی نرم دل تھا ہر وقت خدا تعالیٰ کی یاد میں آہیں بھرتا رہتا تھا۔ منیب ہر وقت خدا کے حضور جھکا رہتا تھا۔ پھر میں نے دیکھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام میں یہ جذبہ پایا جاتا تھا کہ خدا کی توحید کے علمبردار وہی نہ ہوں بلکہ نسلاً بعد نسل ان کی نسل میں ایسے لوگ پیدا ہوتے رہیں جو خدا کی توحید کو قائم کریں اور یہ بہت ہی عظیم الشان خوبی تھی جو نسل ابراہیم میں پائی جاتی تھی۔

میں نے موسیٰ علیہ السلام کے حالات پر بھی غور کیا اور بڑی اچھی طرح سے غور کیا۔ جسطرح حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے محبت کی ہے اور جسطرح ان کیلئے شفیع بن کر ان کا نجات دہندہ بن کر آپ ظاہر ہوئے کسی اور نبی میں وہ بات نظر نہیں آتی۔ لکھا ہے بائبل میں کہ جب خدا کا غضب ان کی قوم پر نازل ہونے والا تھا تو حضرت موسیٰ نے خدا سے یوں دعا کی کہ

اے میرے خدا اس قوم کو بخش دے میں حاضر ہوں تو میرا نام اپنے دفتر سے کاٹ دے یعنی مجھے سزا دے مگر میری قوم کو بخش دے۔
کتنی بڑی محبت ہے جو موسیٰ علیہ السلام کے دل میں اپنی قوم کے لئے پائی جاتی تھی۔

میں نے حضرت ایوب علیہ السلام کے صبر کو دیکھا۔ خدا نے اُن کو جو نعمتیں دی تھیں وہ بہت نعمتیں تھیں۔ اُن کو ایک ایک کر کے لے لیا یہانتک کہ اُن کے پاس کچھ بھی باقی نہ رہا۔ سوائے ان کے جسم کے مگر اُسکو بھی خدا نے نہیں چھوڑا اور اُس پر سر سے لیکر پاؤں تک پھوڑے اور پھنسیاں پیدا کر دیئے اور زہر سے اُن کو بھر دیا تاکہ یہ دیکھے کہ خدا کا یہ بندہ آیا خدا کی نعمتوں کی خاطر اس سے محبت کرتا تھا یا اُس کی یہ محبت خدا سے ذاتی محبت تھی مگر حضرت ایوب یہی کہتا رہا۔

خدایا یہ تیری چیز تھی تو نے دی اور تو نے لی۔ ہر حال میں تیرا شکر گزار رہوں

کتنی بڑی خوبی تھی جو حضرت ایوب میں پائی جاتی تھی اور یقیناً قابل تعریف ہے۔ یقیناً قابل محبت ہے۔

میں نے حضرت داوٗد علیہ السلام کو دیکھا اور اُن کے اندر باوجود بادشاہی کے اللہ تعالیٰ کی قوت پر جو توکل پایا جاتا تھا۔ باوجود اس کے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ظاہری طاقت دی تھی۔ کبھی انکے وہم وگمان میں بھی نہیں تھا کہ یہ ظاہری طاقت بھی کوئی چیز ہے۔ ہر وقت خدا کے حضور میں جھکتے تھے۔

اے میرے خدا اے میرے خداوند میرے دشمن بہت ہیں مگر میری قوت اور میری پناہ تو ہے میری محبت تجھ سے ہے میری طرف تو اپنے کان جھکا۔ میری عرض سن۔ تو جو اپنے توکل کرنے والے کو خود اپنے داہنے ہاتھ کی قوت سے بچاتا ہے تو مجھے آنکھ کی پتلی کی طرح محفوظ کر لے۔ تو مجھے اپنے پروں کے نیچے لے لے۔ اسی طرح ہر وقت خدا کے حضور اُنکی مناجات رہتی تھیں۔

یحیٰ علیہ السلام آئے اور خدا کے بندوں کو توبہ کی منادی کرتے رہے اور اسی میں اپنی زندگی بسر کی۔ دنیا کی نعمتوں سے کچھ حصہ نہ لیا اور یہ بڑی خوبی کی بات تھی انکے اندر۔

حضرت مسیح علیہ السلام نے درویشی کے رنگ میں زندگی بسر کی اور اپنے دکھ دینے والوں کو دعا دی اور یقیناً یہ بڑی خوبی کی بات اُن کے اندر پائی جاتی تھی۔

مگر جب میں نے ان پر سے نظر کر کے محمد مصطفیٰ ﷺ کی طرف نظر کی تو میری آنکھیں چکا چوند ہو گئیں اور حیرت کی بھی انتہا نہ رہی کہ وہ تمام کمالات جو ان لوگوں میں متفرق طور پر پائے جاتے تھے وہ محمد مصطفیٰ ﷺ کے اندر اجتماعی طور پر میں نے پائے بلکہ اُن سے بڑھ کر پائے اور میں نے یہ بھی پایا کہ خدا کی وہ تجلیات جو اُن انبیا پر ہوئی تھیں اُن سے ہزاروں گنا بڑھ کر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر وہ تجلیاں ہوئیں۔ میں نے اپنے خدا کو محمد مصطفیٰ ﷺ کے ذریعہ سے پایا اور اُسکے حُسن و جمال کو اور اُسکی عظمت اور اُسکی کبریائی کو اور اُسکی طاقت اور اُسکی قوت کو رسول اللہ ﷺ کی ذات میں مشاہدہ کیا اور اس بات کو یقیناً سچ پایا۔ من رَانی فقد رائی اللہ کہ جس نے مجھ کو دیکھا اُس نے خدا کو دیکھ لیا۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ مظہر اتم الوہیت اور آئینہ خدا نما ہیں۔ تمام انبیا ہی خدا تعالیٰ کی صفات کے مظہر ہوتے ہیں مگر سب سے بڑھ کر ہمارے آقا ہمارے مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں سو جب میں نے تمام انبیاء کی خوبیوں کو دیکھا اور پھر آپ کی طرف نظر کی تو مجھے یہ نظر آیا کہ تمام کمالات کی جامع آپ کی ذات تھی خدا کے جمال کا کامل مظہر آپ ہی تھے اور خدا کے جلال کا کامل مظہر بھی آپ ہی تھے۔

ہیچ محبوب نہ باشد ہمچوں یار دلبرم     مہر و ماہ را نیست قدر در دیار دلبرم
آں کجا روئے کہ دارد ہمچوی روئش آب وتاب     واہ کجا باغے کہ دارد بہار دلبرم

کوئی محبوب دنیا میں ایسا نہیں ہے جیسا کہ میرا محبوب ہے۔

ہیچ محبوب نہ باشد ہم چوں یار دلبرم۔ مہر و ماہ را نیست قدر در دیار دلبرم۔ میرے محبوب کی وہ شان ہے کہ جہاں آپ کا مقام ہے وہاں چاند اور سورج بھی بے قیمت ہیں اور آپ کے قدموں میں وہ ٹھیکریوں سے زیادہ کوئی قیمت نہیں رکھتے۔

آں کجا روئے کہ دار ہمچوں روئش آب وتاب ۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ کونسا چہرہ ہے۔ لاؤ کہ اگر اور چہرہ بھی ہے جس میں وہ خوبی وہ حسن پایا جاتا ہو جو رسول اللہ ﷺ کے چہرے میں اور آپکے حسن میں جو آب وتاب پائی جاتی ہے۔

واہ کجا باغے کہ دارد بہار دلبرم۔ لاؤ ہمیں بھی تو دکھاؤ ہم بھی تو دیکھیں کہ کوئی ایسا باغ ہے جس میں ایسی بہار اور جس میں وہ خوبی ہو جو ہمارے آقا کے باغ میں پائی جاتی ہے۔ سو میں نے رسول اللہ ﷺ کے حسن و احسان کا مشاہدہ کیا ہے۔ بخدا مشاہدہ کیا ہے اور آپ کو سب سے کامل اور سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی صفات کا مظہر دیکھا ہے اور اس

یقین سے میرا دل پُر ہے کہ تمام مخلوقات میں سے سب سے زیادہ محبت کے قابل ہمارے آقا اور ہمارے مولیٰ محمد مصطفےٰ ﷺ ہیں۔ مجھے آپ سے محبت ہے اسلئے کہ آپ نے میرے رب سے محبت کی ہے اور ایسے طور پر محبت کی ہے کہ اور کسی انسان نے اُس سے ایسی محبت نہ کی۔ آپ نے میرے خدا کی عظمت وجلال ظاہر کرنے کے لئے اپنی ساری عزت کو قربان کر دیا۔ اپنی ساری عظمت کے تصور کو بُھلا دیا۔ آپ نے میرے رب کی عبادت کو دنیا میں قائم کرنے کے لئے اِس قسم کے سوز وگداز اور اِس قسم کی فدائیت سے کام لیا کہ دنیا میں اُسکی کوئی مثال نہیں مل سکتی نہ قیامت تک کوئی ماں ایسا بچہ جن سکتی ہے کہ جس کے اندر خدا کی ذات کے لئے وہ فدائیت اور وہ عبودیت وہ تذلل اور وہ انکسار پایا جائے جو محمد رسول اللہ ﷺ میں پایا جاتا تھا۔

مجھے آپ سے اسلئے بھی محبت ہے کہ آپ نے اپنی عزت قائم کرنے کیلئے نہیں بلکہ خدا کے نیک بندوں اور اپنے سے پہلے آنے والے اولیا اللہ کی عزت قائم کرنے کیلئے ساری جدو جہد کو صرف کر دیا۔

یہ جو ہمیں خوبیاں نظر آتی ہیں آدم میں اور نوح میں اور ابراہیم میں اور موسیٰ میں اور ایوب میں اور داوٗد میں اور سلیمان میں اور ذکریا میں اور یحییٰ میں اور مسیح علیہ السلام میں یہ خوبیاں ہمیں کس نے بتائیں۔ قرآن ہی تو ہے جس نے ان تمام نیک لوگوں کی عظمت کو ظاہر کیا اور صحیح عزت سے ہمیں آگاہ کیا اور فرمایا کہ جو ان لوگوں کو ماننے والے ہیں وہ ان کے حسن سے آگاہ نہیں رہے۔ وہ اُن کو بھلا چکے ہیں۔ ہم بتاتے ہیں کہ یہ خدا کے مقرب بندے تھے اور سب خدا تعالیٰ کو پیارے تھے۔ سلامٌ علیٰ المرسلین اب امّت محمدیہ کے ذریعے سے قیامت تک خدا تعالیٰ کے ان پیارے بندوں پر سلامتی کی دُعائیں ہوتی چلی جائیں گی۔ رسول کریم ﷺ نے خدا کے ان سارے بندوں کی عزت کو قائم کیا۔

میرے دل میں آپ کیلئے محبت ہے اسلئے کہ آپ نے خدا کی ساری مخلوق سے محبت کی اور اُن سب پر شفقت کی اور انتہائی رحیم ورَوٗف اُن کیلئے ثابت ہوئے۔

اور میرے دل میں آپ کیلئے محبت ہے اسلئے کہ آپ نے مجھ ناچیز سے محبت کی۔ میری روح اِس بات کی گواہی دیتی ہے اور میرا وجدان اس بات پر اللہ تعالیٰ کی قسم کھانے کیلئے تیار ہے کہ آپ جس طرح چودہ سو سال پہلے اپنے صحابہ کے لئے رحیم وروٗف تھے میرے لئے اور میرے سب بھائیوں اور آج کے انسانوں کیلئے ویسے ہی شفیع ہیں۔

جب آپ کے حسن پر نظر پڑتی ہے تو دل اور انسان کی روح گواہی دیتی ہے کہ فتبارک اللہ احسن الخالقین کہ خدا تعالیٰ جس نے محمد رسول اللہ ﷺ جیسا انسان پیدا کیا یقیناً احسن الخالقین ہے اور بڑی برکتوں والی وہ ذات ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اِس مضمون کو بار بار بیان کیا ہے۔ سورۃ فاتحہ میں بھی بیان کیا ہے کہ کامل حمد خدا کی خدا کے پیارے بندوں کے ذریعہ سے ہوتی ہے جو اپنی ذات کو حمد ظاہر کرنے کیلئے اُسکی توحید کو قائم کرنے کیلئے فنا ہوتے ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ سورۃ فاتحہ میں فرماتا ہے۔

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ (1:2) الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ (1:3) مَالِكِ يَوْمِ الدِّينِ (1:4)

سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں اسلئے کہ وہ تمام جہانوں کا پیدا کرنے والا انکا خالق اور انکا مالک اور اُنکی پرورش کرنے والا ہے۔ وہ رحمٰن ہے اپنے بندوں سے کسی بدلے کے بغیر اُن سے سلوک کرتا ہے اُن پر رحم کرتا ہے قبل اسکے کہ اُن کا کوئی وجود ہو اُنکے لئے سارے رحمت کے سامان کر رکھے ہیں۔ وہ رحیم ہے یعنیٰ اپنے بندے کی محنت کو ضائع نہیں کرتا۔ وہ مالک یوم الدین ہے کہ وہ تول تول کر نہیں دیتا بلکہ اپنے بندوں پر شاہانہ اور خسروانہ انعامات نازل کرتا ہے اور ساتھ ہی یہ اسمیں اشارہ فرمایا کہ جو شخص ان صفات کو اپنے اندر پیدا کرے وہ قابل تعریف ہو جائے گا۔

الحمدللہ کے جہاں یہ معنی ہیں کہ سب تعریفیں اللہ کی ذات میں ہیں وہاں اُسکے یہ معنی بھی ہیں کہ حمد کرنا اور کسی کی تعریف کرنا انسان کا کام نہیں۔ تمام انسانوں میں سے سب کو سامنے رکھ کر یہ کہنا کہ اُن میں سب سے زیادہ قابل تعریف کون ہے۔ کسی انسان کے بس میں نہیں ہے۔ ہم تو اپنے سامنے بیٹھے ہوئے چند انسانوں کے متعلق بھی یہ نہیں کہہ سکتے کہ ان سب کو سامنے رکھ کر یہ فیصلہ کرسکیں کہ ان میں سے کون بہتر ہے اور کون کمتر۔ گُجا یہ کہ اولین سے لیکر آخرین تک آدم سے لیکر آخری انسان تک تمام انسانوں کو اپنے سامنے رکھنا اور اُنکے متعلق فیصلہ کرنا کہ اُن میں سے قابل تعریف اور سب سے زیادہ قابل تعریف کون ہے۔ یہ صرف خدا ہی کرسکتا ہے سو فرمایا کہ الحمدللہ۔ حمد کرنا بھی اللہ تعالیٰ کا ہی کام ہے۔ سو اللہ تعالیٰ نے آسمان سے ہمارے آقا کو محمد کا نام دیکر ثابت کردیا کہ رب العالمین کی صفت کا کامل مظہر محمد مصطفیٰﷺ ہیں۔ رحمٰن کی صفت کے کامل مظہر محمد مصطفیٰﷺ ہیں۔ رحیمیت کی صفت جسطرح سے آپ کے ذریعہ آشکار ہوئی کسی اور انسان کے ذریعہ سے آشکار نہیں ہوئی اور مالکیت یوم الدین کا مظہر بھی آپ ہی ہیں۔ اسلئے خدا نے آسمان سے آپ کی حمد کی اور محمد نام رکھا۔

انسان کامل ہوتا ہے جب وہ دوطرفہ تعلق کو پوری طرح سے قائم کرے۔ اور انسان کامل ہوتا ہے جب کہ وہ دونوں طور سے اُنکا حق ادا کرے یعنی اُسکی محبت اور تعلق خدا کے ساتھ بھی کامل ہو اور خدا کی مخلوق کے ساتھ بھی اُسکی محبت اور تعلق کامل ہو۔ جب تک انسان ان دوطرفہ حقوق کو کامل طور پر ادا نہ کرے اور اللہ تعالیٰ سے محبت اور اللہ تعالیٰ کے حضور میں فدائیت اور اُسکی راہ میں فنا ہونے کا جذبہ اُسکے اندر کامل طور پر پیدا نہ ہو اور دوسری طرف خدا کی مخلوق پر انتہائی شفیق اور انتہائی مہربان نہ ہو اُسوقت تک انسان' انسان کامل نہیں کہلاسکتا۔ انسان کامل وہی ہوتا ہے جسمیں ایک طرف بشریت کے تمام کمالات پائے جائیں اور نوع انسان میں سے ہر ایک کے ساتھ اُسکا تعلق ہو اور کوئی ایسا انسان نہ ہو جسمیں اُسکے ساتھ کوئی اشتراک اور وصفیّت میں کوئی باہم مناسبت نہ پائی جاتی ہو کہ اُسکے ساتھ وہ تعلق قائم کرکے خدا تعالیٰ کے فیضان کو حاصل نہ کرسکے۔

اور دوسری طرف انسان کامل وہ ہوتا ہے کہ جس کے اندر خدا کی روح کامل طور پر پھونکی جائے۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے

إِنِّي خَالِقٌ بَشَرًا مِن طِينٍ (38:71) فَإِذَا سَوَّيْتُهُ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِن رُّوحِي فَقَعُوا لَهُ سَاجِدِينَ (38:72)

کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے کہا إِنِّي خَالِقٌ بَشَرًا مِن طِينٍ (38:71) ۔ میں پانی ملی مٹی سے کامل انسان پیدا کروں گا فَإِذَا سَوَّيْتُهُ اور جب میں اُسمیں بشریت کے تمام کمالات پیدا کردوں اور انسان کے اندر جو بھی کمالات پائے جاتے ہیں۔ ذہنی اور عقلی کمالات اور روحانی کمالات اور باہم نوع انسان پر شفقت۔ یہ سب کمالات اُسکی ذات میں اپنی انتہا کو پہنچ جائیں وَنَفَخْتُ فِيهِ مِن رُّوحِي اور میں اپنی روح بھی کامل طور پر پھونک دوں یعنی وہ کامل طور پر مظہر صفات الٰہیہ ہو جائے تو پھر فرمایا فَقَعُوا لَهُ سَاجِدِينَ تب وہ انسان کامل ہوگا۔ اور فرشتوں کیلئے یہ ضروری قرار دیا گیا اور اُنکی یہ ذمہ داری ٹھرائی گئی کہ وہ اُسکے حضور سجدہ میں گر پڑیں۔

سجدہ جو کہ فرشتوں نے انسان کامل کو کیا دراصل وہ انسان کامل آدم علیہ السلام نہیں ہیں کیونکہ آدم علیہ السلام نہ تو بشریت کے کمال کو پہنچے نہ خدا کی روح کامل طور پر آپ میں پھونکی گئی بلکہ آدم علیہ السلام کو جو فرشتوں کا سجدہ ہوا اور ہر زمانے کے نبی کو جو فرشتوں کو حکم دیا گیا کہ وہ اُس نبی کو سجدہ کریں وہ اسی لئے تھا کہ ہر زمانے میں جو نبی آئے اُن کے اندر نور محمدی چمکا۔ اول ما خلق اللہ نوری وھو اصل کل موجودٍ حضورﷺ فرماتے ہیں سب سے پہلے جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا وہ نور محمدی تھا پھر اُس نور کے ذریعہ سے تمام موجودات ظہور میں آئیں۔ سو آدم نے بھی نور محمدی کا نظارہ دنیا کو کروایا تھا اسلئے آدم بھی مسجود ملائکہ ٹھرا اور نوح میں بھی محمدی نور چمکا تھا اور نوح بھی مسجود ملائکہ ٹھرا اور ابراہیم میں بھی موسیٰ میں بھی اور عیسیٰ میں بھی محمدی نور ہی چمکا تھا اسکی وجہ سے وہ مسجود ملائکہ اپنے زمانہ میں ٹھرے اور سجدہ ملائکہ کا مطلب یہ نہیں ہے کہ جسطرح خدا کی عبادت کی جاتی ہے ان کی عبادت کی جائے بلکہ یہ خدا تعالیٰ کا ایک قانون ہے کہ جب کسی میں کامل حسن پایا جاتا ہے تو دنیا کی تمام چیزیں اُسکی طرف ایک کشش محسوس کرتی ہیں اور انسان کامل جو کہ بشریت کا کمال اپنے اندر رکھتا ہے اور خدا کی روح جسکے اندر پھونکی جاتی ہے وہ سب سے زیادہ حسین وجمیل ہوتا ہے اسلئے کائنات کا ذرہ ذرہ اُسکی

طرف ایک طبعی کشش محسوس کرتا ہے یہی مفہوم ہے مسجود ملائکہ کا کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حُکم دیا تھا کہ اب تم اُسکی خدمت کرو اور تمام کائنات چونکہ فرشتوں کے ماتحت ہے جن کے فرشتے مدبر ہیں اُن کو بھی حکم دیا گیا کہ اب یہ مرکزی نقطہ ہے اس کے گرد تمہیں گھومنا ہوگا۔ اسکے گرد تمھیں طواف کرنا ہوگا اگر تم خدا کی مقبولیت چاہتے ہو۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں محمد مصطفیٰ ﷺ کو بشر کامل قرار دیا ہے اسلئے کہ آپ نے خدا سے کامل تعلق قائم کیا اور خدا تعالیٰ کی تمام صفات کا مظہر ٹھرے۔ اور خدا تعالیٰ کی محبت اور خدا تعالیٰ کی عبودیت کو اُس نقطہ انتہائی تک پہنچا دیا جس سے بڑھ کر انسان سے ممکن نہیں ہے اور آپ اس لئے انسان کامل ٹھہرے کہ آپ نے نوع انسان سے محبت کی اُن سے شفقت کی اور اُن میں سے ہر فرد سے محبت کی۔ صرف اپنے زمانے کے لوگوں سے نہیں۔ صرف مسلمانوں سے نہیں۔ صرف عربوں سے نہیں بلکہ ہر انسان سے اپنے زمانے کے لوگوں سے بھی اور آئندہ قیامت تک آنیوالے ہر انسان سے رسول اللہ ﷺ نے محبت کی اور اُن سب کیلئے خدا تعالیٰ کے فیضان کے حصول کا ذریعہ ٹھرے اسلئے اللہ تعالیٰ نے آپ کو انسان کامل قرار دیا اور اسی کے متعلق خدا تعالیٰ قرآن مجید میں دوسری جگہ فرماتا ہے۔

إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا (33:56)

فرماتا ہے کہ اللہ اپنے نبی کی تعریف کرتا ہے۔ کیا تعریف اور کن الفاظ میں تعریف اور کس حد تک تعریف اسکو بیان نہیں فرمایا۔ فرمایا
إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ اللہ تعالیٰ اپنے اس کامل نبی کی اس کامل انسان کی تعریف کرتا ہے اور فرشتے بھی اُسکی حمد وثناء کرتے ہیں۔
اگرچہ قرآن کریم میں رسول اللہ ﷺ کیلئے انتہائی تعریفی کلمات استعمال کئے ہیں۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے خاتم النبین قرار دیا ہے آپ کیلئے قاب قوسین او ادنی کا مقام تجویز کیا اور مقام محمود پر سرفراز ہونے والا آپ کو قرار دیا مگر اسکے باوجود یہ فرماتا ہے کہ تعریف خدا کے اس پیارے نبی کی ان الفاظ سے ختم نہیں ہو جاتی اور اُسکی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی عزت کو اپنے ناموس کو اور جو کچھ آپ کا تھا خدا کی راہ میں اس طور پر فنا کر دیا اور خدا کے پاکباز بندوں کی عزت کو قائم کرنے کیلئے آپ نے اسقدر جدوجہد اور کوشش کی کہ اس سے بڑھ کر ممکن ہی نہیں تھی۔ یہ عالی ظرفی اور خلق عظیم دیکھ کر خدا تعالیٰ نے آسمان سے آپ کی تعریف کی اور قیامت تک کیلئے اس بات کو واجب کر دیا کہ ہمیشہ محمد مصطفیٰ ﷺ کی مدح وثناء ہوتی رہے گی۔

اسلئے کہ رسول اللہ ﷺ نے خدا کے تمام پاکباز بندوں کی عزت کو قائم کیا اور اُنکی حمد وثناء کی اُنکی مدح کو قائم کیا۔ میں نے پہلے بھی مثال دی ہے کہ (••) میرے نزدیک رسول اللہ ﷺ اور دوسرے بڑے انسانوں میں فرق یہ ہے کہ دوسرے انسان اپنی عزت کو قائم کرنے کیلئے جدوجہد اور کوشش کرتے ہیں لیکن رسول کریم ﷺ کی ساری کوششیں خدا کی عزت وجلال کو قائم کرنے کیلئے اور خدا کے پاکباز بندوں کی عزت کو قائم کرنے کیلئے تھیں۔ میرے نزدیک انسانی تاریخ پر اگر نظر کی جائے تو اُس کی مثال ایسی ہے کہ جسطرح کوئی شخص ایک اسٹیج پر آئے جہاں پہلے کچھ لوگ موجود ہوں تو اُن میں سے کسی کو دھکا دے کر اسٹیج سے گرا دے اور کسی کی ٹانگ پکڑ کر گھسیٹ دے اور کسی کو بُرا بھلا کہہ کے وہاں سے نکال دے اور پھر اکیلا رہ جائے اور کہے میں سب سے اچھا ہوں۔ عموماً انسان اپنی بڑائی کو ثابت کرنے کیلئے اپنی عزت کو ثابت کرنے کیلئے یہی طریق اختیار کرتے ہیں۔ مگر ہمارے سید و مولیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ نے یہ طریق اختیار نہیں کیا بلکہ آپ کی مثال ایسی ہے کہ جسطرح اسٹیج لگا ہو اور اُس پر پہلے سے کچھ لوگ موجود ہوں مگر ان کے چہروں پر غبار ہو اُن کے کپڑے پھٹے ہوئے ہوں۔ اُن کے تخت جو ہیں۔ اُنکی کرسیاں جو ہیں میلی ہو چکی ہوں اور اتنا گرد و غبار ہو کہ دنیا یہ بھول چکی ہو اور اُن کو نظر نہ آتا ہو کہ نہایت ہی مرصع اور لعل وجواہر سے آراستہ کئے ہوئے وہ تخت ہیں۔ ایک شخص آئے اُن کو نہلائے اور اُن کے جسموں سے گرد و غبار دور کرے اُن کو نئی خلعتیں پہنائے اور اُن کے تختوں کو چمکائے اور اُن کے نیچے جو لعل وجواہر چھپے ہوئے تھے ان کو روشن کر کے نمایاں کر دے اور سب انسانوں کی تعریف کرے اور ہر ایک کو اُسکا مقام دے اور کہے کہ یہ آدم ہے یہ خدا کا نیک بندہ تھا اسکی عزت کرنی چاہیئے اور اُس سے محبت رکھنی چاہیئے۔ یہ صفی اللہ تھا۔ یہ ابراہیم ہے یہ بھی خدا کا پاک بندہ تھا اسکی بھی عزت کرنی چاہیئے اور اس کا بھی اکرام کرنا چاہیئے۔ یہ خلیل اللہ تھا اور یہ موسیٰ ہے یہ بھی خدا کا پاک بندہ تھا اسکی بھی تعریف کرنی چاہیئے اسکی بھی عزت کرنی چاہیئے۔

(••) نوٹ: (یہاں پر مقرر نے اپنے کسی پہلے خطاب کا ذکر فرمایا ہے)

یہ کلیم اُللہ تھا۔ اور یہ مسیح ہے یہ بھی قابل تعریف ہے یہ بھی قابل عزت اور قابل احترام ہے اور یہ بھی قابل محبت ہے یہ رُوحُ اللہ ہے۔ یہ کلمتہ اللہ ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی مثال یہ ہے کہ آپ نے پہلوں کی عزت تو قائم کی اور اپنی عزت کے قیام کی طرف توجہ نہیں دی۔ اسلئے ایک انسان جس کے دل میں رسول اللہ ﷺ کی محبت ہوتی ہے جب وہ آپ کی اس سخاوت کو دیکھتا ہے تو شائد وہ اپنی کم ظرفی اور بخل کی وجہ سے اُسکے دل میں یہ خیال پیدا ہوتا ہو کہ رسول اللہ ﷺ نے ساری مدح تو دوسروں کی کردی۔ ساری عزت کے کلمات تو دوسروں کے لئے استعمال کردیئے۔ تب آسمان سے خدا فرماتا ہے کہ یہ مت سمجھو کہ چونکہ ہمارے رسول نے دوسروں کی عزت کو قائم کیا۔ دوسروں کی مدح سرائی کی اسلئے اُسے نقصان رہے گا اور اُسکی عزت قائم نہیں ہوگی۔ فرمایا ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا۔ اللہ تعالیٰ اس قسم کی وسعت قلبی اور اس قسم کی دل کی بڑائی اور شرح صدر کو کبھی بے انعام نہیں چھوڑ سکتا۔ فرمایا

إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ

اللہ تعالیٰ آسمان سے اپنے نبی کی تعریف کرتا ہے اور کرتا چلا جائے گا اور ہمیشہ ایسے انسان پیدا کرے گا جن پر خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ کلام نازل ہوگا کہ

کل برکۃ من محمد رسول اللہ ﷺ

سب برکتیں محمد رسول اللہ ﷺ کے دامن سے وابستہ کردی گئی ہیں۔ جو اس دامن فیوض سے وابستہ نہیں ہوگا وہ خدا کے فضلوں کا وارث نہیں ہوگا۔ سب تعریفیں اللہ تعالیٰ نے محمد رسول اللہ ﷺ کیلئے مقدر کردی ہیں اور جو بھی تعریف حاصل کرنا چاہتا ہے وہ پہلے آپ کا غلام بنے تب وہ تعریف کا اہل سمجھا جائے گا۔ سو ان الفاظ میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمادیا یہ کہہ کر کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کی تعریف کرتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی عظمت وجلال کے قیام کیلئے اور خدا کی توحید کے قیام کے لئے جتنی جدوجہد انسان سے ممکن تھی اور اللہ تعالیٰ کے حضور میں سجدہ ریز ہونے اور اُسکی عبودیت کے قیام کیلئے جس حدتک دلسوزی کی ضرورت تھی۔ محمد مصطفےٰ ﷺ نے وہ حق ادا کردیا اور خدا سے کامل تعلق پیدا کرلیا اور فرمایا وَمَلَائِكَتَهُ اور اسی طرح خدا کے فرشتے بھی محمد رسول اللہ ﷺ کی تعریف کرتے ہیں۔

خدا کی تعریف اس بات کا ثبوت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے لاہوتی صفات سے کامل حصہ لیا ہے اور فرشتوں کی تعریف اور فرشتوں کا رسول اللہ ﷺ کیلئے دعائیں کرنا اور آپ پر درود بھیجنا اس بات کا ثبوت ہے کہ حضور ﷺ کو مخلوق خدا سے بھی کامل تعلق تھا اور ہر موجود نے فیضان الٰہی آپ کے ذریعہ پائے ہیں۔ اور ہم اقرار کرتے ہیں کہ مخلوق کی طرف سے جو حق تھا وہ آپ نے کامل طور پر ادا کردیا اسلئے خدا فرماتا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا

اے مومنو اُسکے آپ پر سب سے بڑھ کر احسان ہیں۔ تم جو اُسکی محبت کے دعویدار ہو تم بھی اُسکی تعریف کرو اور اُس پر درود بھیجو اور ہزار جان سے اُس پر فدا ہو۔

اس آیت سے ثابت ہے کہ حضور ﷺ کو دونوں طرف کامل تعلق ہے اور دونوں طرف کے حقوق ایسے خوبی سے آپ نے ادا کیئے ہیں۔ خدا کے بھی اور خدا کی مخلوق کے بھی جسکی تعریف تحدید سے بالا ہے اسی واسطے خدا نے آپ کو مقام شفاعت عطا فرمایا ہے تا کہ خدا کے فیضان کو حاصل کر کے خدا کے بندوں تک پہنچائیں۔ یہ مقام کسی اور کو حاصل نہیں ہوسکتا کیونکہ نہ اللہ تعالیٰ سے ایسا کامل تعلق کسی اور کو ہے نہ خدا تعالیٰ کی مخلوق پر ایسی شفقت کسی اور انسان کو ہے۔

شفاعت کا مفہوم عموماً مسلمان اور دوسرے مذاہب والے بھی نہیں سمجھتے۔ اگرچہ شفاعت کے قائل قریباً تمام مذاہب ہیں۔ شفاعت کوئی قیامت سے تعلق رکھنے والا ڈھکوسلا نہیں ہے۔ جیسا کہ تصور کیا گیا ہے کہ قیامت کے دن کوئی شفاعت ہوگی اگر ایسا ہو تو پھر اُسکا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ اسلام جو وعدے ہم سے کرتا ہے اُن کو اُس نے قیامت کے دن کے لئے نہیں اٹھا رکھا بلکہ جو بھی اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں وعدے کیئے ہیں اُن کو اِسی دنیا میں کسی نہ کسی رنگ میں پورا کرتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ سورۃ رحمٰن میں فرماتا ہے۔ وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ جَنَّتَانِ (55:46) کہ جو اللہ تعالیٰ کے حضور میں حاضر ہونے سے ڈرتا ہے اُسکو دو جنتیں ملیں گی۔ ایک جنت اِسی دنیا

میں ملے گی اور ایک اُسے مرنے کے بعد۔ تو جس طرح سے مرنے کے بعد کی جنت محمد رسول اللہ ﷺ کی شفاعت کے نتیجہ میں ہوگی اِس دنیا کی جنت بھی محمد رسول اللہ ﷺ کی شفاعت ہی کے نتیجہ میں ہوسکتی ہے۔ سو شفاعت کا تعلق صرف مرنے کے بعد کی زندگی سے اور قیامت کے دن سے نہیں ہے بلکہ شفاعت اللہ تعالیٰ کا ایک ازلی ابدی قانون ہے۔ ایک طبعی قانون ہے جو ہمیں ہر وقت اور ہر روز اور ہر جگہ کام کرتا ہوا نظر آتا ہے۔ اُسکی مثال آپ اگر لینا چاہیں تو بڑی آسانی سے اِس طور پر شفاعت کے مسئلہ کو سمجھ سکتے ہیں کہ اگر دو بھائی ہوں جن میں ایک لمبے قد والا ہو اور ایک چھوٹے قد والا ہو۔ اور کسی درخت کے پھل کو توڑ کر کھانا چاہیں تو چھوٹے قد والا بڑے قد والے بھائی کو کہے گا کہ بھائی میرا ہاتھ تو نہیں پہنچتا۔ تمہارا ہاتھ لمبا ہے تم یہ پھل توڑ کر مجھے دے دو۔ یہی شفاعت کا اصول ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو مختلف استعدادیں دے کر پیدا کیا ہے۔ بعض اعلےٰ استعداد رکھتے ہیں بعض کم استعداد رکھتے ہیں۔ اسلئے اللہ تعالیٰ نے ہر کم تر استعداد رکھنے والے کو فیضان ربوبیت پہنچانے کیلئے برتر استعداد رکھنے والے کسی انسان کو اُنکا شفیع مقرر کیا ہے تا کہ وہ خدا کے فیضان کو حاصل کرے۔ کم تر استعداد رکھنے والے انسان تک پہنچا دے۔ سلسلہ در سلسلہ یہ شفاعت کا قانون دُنیا میں کام کرتا ہوا نظر آتا ہے۔ اُسکی ایک بڑی مثال ماں کا وجود ہے جسکی شفاعت جسمانی عالم میں ہمیں کام کرتی ہوئی نظر آتی ہے۔ جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو وہ خدا تعالیٰ کی نعمتوں سے حصہ نہیں لے سکتا۔ نہ وہ روٹی کھا سکتا ہے۔ نہ گوشت کھا سکتا ہے۔ نہ پھل کھا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے ایک شفیع مقرر کیا ہے جو اُسکی ماں ہے۔ وہ روٹی کھاتی ہے۔ وہ گوشت کو کھاتی ہے اور پھر اُس انتہائی شفقت کی وجہ سے جو خدا نے اُسکے دل میں اپنی رحمانیت کو ثابت کرنے کیلئے اور اپنی رحیمیت کو ثابت کرنے کیلئے ماں کے دل میں اُس بچے کیلئے پیدا کر دی ہوئی ہے۔ وہ اُس روٹی کو خدا تعالیٰ کی اُن نعمتوں کو جن کو وہ کھاتی ہے۔ اُس شفقت کی وجہ سے دودھ میں تبدیل کر دیتی ہے تب اُس محبت کے نتیجے میں اُسکی چھاتی میں دودھ اُتر آتا ہے تا کہ اُسکا بچہ خدا کی نعمتوں سے حصہ پا سکے۔ یہ ہے شفاعت کا قانون جو ہر وقت دنیا میں کام کرتا ہوا نظر آتا ہے۔ یہ ازلی ابدی قانون ہے۔ جب سے خدا تعالیٰ نے کائنات کو پیدا کیا۔ اُس میں شفاعت کا قانون کام کرتا ہوا نظر آتا ہے عالم جسمانی میں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ سب سے بڑا جو شفیع ہے وہ سورج ہے۔ سورج کا اگر وجود نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ وہ نور جس سے ہمارے جسموں کو گرمی حاصل ہوتی ہے اور ہماری زندگی قائم رہتی ہے اور بقاء اُسکو حاصل ہوتی ہے وہ حاصل نہیں ہوسکتی۔ تو اللہ تعالیٰ نے ہمارے جسموں کی ربوبیت کیلئے ایک سورج کو شفیع کے طور پر بنایا تا کہ وہ خدا کے نور کو لیکر ہم تک پہنچائے اور ہمارے جسم اُس سے گرمی حاصل کر سکیں۔

مگر تمام عالمین کیلئے عالم روحانی کیلئے اور عالم جسمانی کیلئے بھی اللہ تعالیٰ نے جس وجود کو شفیع بنایا وہ ہمارے سید و مولیٰ محمد مصطفےٰ ﷺ ہیں۔ عالم جسمانی کیلئے بھی آپ ہی شفیع ہیں اور عالم روحانی کیلئے بھی آپ ہی شفیع ہیں اور حقیقی طور پر شفاعت کا کمال آپ کی ذات میں ظاہر ہوا۔ اس کے متعلق اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔ دَنَا فَتَدَلّٰی (53:8) فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَى (53:9) کہ محمد مصطفےٰ ﷺ نے جب اللہ تعالیٰ کی تجلیات کو اُفق اعلےٰ پر دیکھا تو چونکہ آپ خدا کے کامل عاشق تھے اُسکو پانے کیلئے۔ اُسکو لینے کیلئے بڑی دور تک چلے گئے۔ اتنے قریب ہوئے اتنے قریب ہوئے کہ خدا کی ذات میں محو ہو گئے اور آپ کی بشریت جو تھی وہ الوہیت کے بے کراں سمندر میں غرق ہوگئی تب اللہ تعالیٰ نے آپکو ظلی طور پر تمام صفات عطا کیں اور مالکانہ شان آپ کو ملی اور خلیفہ بنا کر دوبارہ مخلوق کی ہدائت کے لئے بھیجا۔ تو فرمایا کہ دَنَا کہ ایک طرف تو خدا سے ایسا کامل تعلق آپ کو ہے کہ خدا کی کوئی بھی صفت ایسی نہیں ہے جسکے آپ مظہر نہ ہوں اور اللہ تعالیٰ کی کوئی بھی ایسی چیز نہیں ہے جس پر آپ کو مالکانہ شان اور مالکانہ اختیار نہ بخشا ہو۔ فَتَدَلّٰی مگر خدا فرماتا ہے کہ ہمارا بندہ اس بات پر راضی نہیں ہوگیا کہ اُسے اللہ تعالیٰ کا سارا فیضان حاصل ہوگیا۔ فَتَدَلّٰی جب خدا تعالیٰ نے اپنی ساری نعمتوں کا وارث کیا اور اپنے سارے خزانوں کی کنجیاں اُسکو دے دیں۔ فَتَدَلّٰی تو وہ نیچے کی طرف آیا تا کہ خدا کی مخلوق کو خدا کے فیضان سے حصہ پہنچائے۔ فرماتا ہے کہ اس کے نتیجہ میں اس دو طرفہ صعود و ہبوط کے نتیجہ میں۔ اس دو طرفہ تعلق کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے اسے وہ مقام عطا کیا جو قاب قوسین کا مقام ہے۔ جسے دوسرے لفظوں میں مقام شفاعت کہتے ہیں۔ قاب قوسین کے معنیٰ یہ ہیں کہ دو قوسیں۔ دو کمانیں اگر ملا دی جائیں تو وہ مل کر جسطرح ایک دائرہ بنا لیتی ہیں اور اُن کا جو وتر ہوتا ہے اُس دائرہ کو دو حصہ میں تقسیم کر دیتا ہے اللہ تعالیٰ نے یہ ایک اکلیدس کی شکل بنا کر رسول اللہ ﷺ کے مقام کو ظاہر کیا

ہے۔ اوپر کی قوس جو ہے وہ مقام الوہیت کو ظاہر کرتی ہے اور نیچے کی قوس وہ مخلوق کو ظاہر کرتی ہے اور رسول اللہ ﷺ دونوں کے درمیان برزخ کے طور پر ہیں کہ خدا کی مخلوق کو خدا سے ملاتے ہیں اور آپ کا وجود اُس آسمان کی طرح ہے جسکے نیچے خدا کی مخلوق پناہ لیتی ہے اور جو بھی آسمان سے فیض خدا کے بندوں تک آتا ہے وہ اسی وتر دائرہ کے ذریعہ سے زمین تک پہنچتا ہے اور رسول اللہ ﷺ کے وجود کو اللہ تعالیٰ نے ایسا بنایا ہے کہ آپ کے ذریعہ سے خدا تعالیٰ کے تمام فیضان انسان تک پہنچتے ہیں۔ گویا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ شکل قائم کر کے اور اکلیدس کے مسئلے کے ذریعہ اور جیومیٹری کے مسئلہ کے ذریعہ سے ہمیں سکھا دیا اور بتا دیا کہ خدا تعالیٰ کی تمام صفات کے کامل مظہر محمد مصطفےٰ ﷺ ہیں اور خدا کی ساری مخلوق سے کامل تعلق بھی محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات کو ہے اس لئے ہمیشہ کیلئے تمام انسانوں کیلئے شفیع محمد مصطفےٰ ﷺ ہی ہو سکتے ہیں اور کوئی نہیں ہوسکتا۔ غرض قاب قوسین کے الفاظ میں اللہ تعالیٰ نے آپ کے وجود کو عرش الٰہی قرار دیا اور دوسرے محفوظ چھت قرار دیا جس کے نیچے ہر مخلوق پناہ حاصل کر سکتی ہے ہر مخلوق آپ ہی کے فیضان سے حصہ پاتی ہے۔ پہلوں نے بھی آپ کے فیضان سے برکت پائی اور آئندہ بھی جو شخص فیضان الٰہی حاصل کرے گا آپ کے ذریعہ سے کرے گا۔ سورج کی ضیا پاشیاں۔ چاند کا نور۔ موسیٰ کا جلال۔ ابراہیم کا حلم و جمال سب اسی نور محمدی کا پرتو ہے۔ آپ کا احسان ہر ایک پر ثابت ہے اور آپ کی مامتا اور آپ کی گود ہر ایک کیلئے انتہائی شفقت رکھتی ہے۔

خاتم النبین کے جو الفاظ رسول کریم ﷺ کیلئے اللہ تعالیٰ نے استعمال کئے ہیں اُن کا بھی یہی مفہوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو قوت موثرہ اور قوت فیضان عطا فرمائی ہے جو بھی نبی آئے ہیں وہ رسول اللہ ﷺ کے نوروں کے وارث ہونے کی وجہ سے مقام نبوت تک پہنچے۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے جو تدلّٰی کے الفاظ بیان کئے ہیں اُسکے معنی ایک تو شفاعت کے سفارش کرنے کے ہوتے ہیں۔ دوسرے یہ لفظ 'دلوٗ' یعنی ڈول سے نکلا ہے اور مفہوم اُس میں اللہ تعالیٰ نے یہ پیدا کیا ہے کہ جس طرح ایک کنواں جسکا پانی گندہ ہو جائے تو ڈول ڈال کر اُسکا پانی نکالا جاتا ہے اور پھر نیا پانی اُسکے اندر داخل کیا جاتا ہے اسی طرح سے اللہ تعالیٰ نے محمد رسول اللہ ﷺ کو اپنے اور اپنے بندوں کے درمیان شفیع کے طور پر مقرر کیا ہے کہ جب انسان اپنی پاک فطرت کو گندہ کر دیتا ہے اور ملونیاں مختلف قسم کی اُسکے اندر پیدا ہو جاتی ہیں تب اللہ تعالیٰ محمد مصطفےٰ ﷺ کی شفاعت کے ذریعے سے اُسکی فطرت کے اندر جو گندہ پانی مل جاتا ہے اُس کو دور کر کے آسمانی پانی نئے سرے سے اُسکے اندر داخل کرتا ہے۔ يُخْرِجُهُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ [57] کے مصداق وہ لوگ جو ظلمتوں میں پڑے ہوئے ہیں۔ وہ لوگ بھی جو تباہی کی طرف جا رہے ہیں۔ وہ لوگ جو دوزخ کے عذاب کی طرف جا رہے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی شفاعت کے نتیجہ میں خدا تعالیٰ کے فضلوں کے وارث ٹھریں گے۔ چونکہ آپ ہی خدا تعالیٰ کی ساری صفات کا مظہر ہیں اور خدا تعالیٰ کی صفات اتنی ہی متعدد ہیں جتنی خدا کی مخلوق ہے اسلئے محمد رسول اللہ ﷺ کی ہمدردی بھی بے انتہا اور تمام مخلوق پر حاوی ہے۔ آپ خدا کی ہر نعمت سے حصہ لیتے ہیں اور اُسکی ہر مخلوق تک خواہ قریب ہو یا بعید فیضان الٰہی پہنچاتے ہیں۔ ذروں میں باہم اتصال کی قابلیت۔ حسن کی کشش۔ بارش کا فیضان۔ زمین کا قبول فیضان۔ سمندروں کی گہرائی۔ فضاؤں کی وسعت۔ پہاڑوں کی استقامت۔ سورج کی تابانی ۔ چاند کی چاندنی۔ ستاروں کی جگمگاہٹ۔ آسمانوں کی بلندی۔ فرشتوں کی تسبیح وتقدیس۔ انسان کا خلیفہ اللہ ہونا۔ ماں کی مامتا اور باپ کی شفقت۔ دوست کی وفاداری۔ غرض ہر حسن وخوبی ہر طاقت وقوت ہر نور و برکت اسی وجود مبارک کی شفاعت کا نتیجہ ہے۔ حسن واحسان کا سرچشمہ خدا کی ذات ہے اور حسن خداوندی کا مظہر محمد عربی قاب قوسین ﷺ ہیں۔

ہمارا رب نور ہے اُس نے چاہا کہ نور پیدا کرے سو اُس نے محمد کو پیدا کیا۔ پھر اُس نور کی برکت سے تمام موجودات ظہور میں آئیں۔ اس مضمون کو اللہ تعالیٰ نے دوسری جگہ ان الفاظ میں بیان کیا کہ خدا فرماتا ہے۔

إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَن يَحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْإِنسَانُ إِنَّهُ كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا [33:72]

کہ اللہ تعالیٰ کی صفات کا حامل ہونے اور عشق خداوندی کو اپنے دل کے اندر پیدا کرنے کی امانت اور خدا کی مخلوق پر شفقت کرنے کی امانت اللہ تعالیٰ نے آسمان کے سامنے پیش کئے اور زمین کے سامنے پیش کئے اور پہاڑوں کے سامنے پیش کئے مگر آسمان اپنی بلندی کے باوجود، اور زمین اپنی وسعت کے باوجود، اور پہاڑ اپنی استقامت کے باوجود اس امانت کے حامل نہ ہو سکے وَحَمَلَهَا الْإِنسَانُ مگر اس انسان کامل نے اُس کو اُٹھا لیا۔ خدا سے بھی ایسی محبت کی کہ جس سے بڑھ کر محبت ممکن نہیں اور خدا کی مخلوق سے بھی اور اُن میں سے ہر فرد سے ایسی محبت کی کہ جس سے بڑھ کر ممکن نہیں ہے۔ إِنَّهُ كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا اسلئے کہ اُسکے اندر دو نہایت اعلیٰ درجہ کی صفات پائی جاتی ہیں۔ وہ ظلوم ہے یعنی دوسروں کو فائدہ پہنچانے کیلئے۔ خدا کی عظمت وجلال کو قائم کرنے کیلئے وہ اپنی جان پر اتنے دُکھ وارد کر لیتا ہے کہ اُس سے بڑھ کر ممکن ہی نہیں۔ وہ جہول ہے کہ جب عشق کا شعلہ اُسکے سینے میں بھڑکتا ہے تو پھر وہ اپنے مفاد کو بھول جاتا ہے اور آئندہ کے متعلق کچھ نہیں سوچتا کہ کیا بنے گا۔ وہ چاہتا ہے کہ اُسکا سب کچھ خدا کی راہ میں قربان ہو جائے اور اُس کا سب کچھ خدا تعالیٰ کی مخلوق کے فائدہ کیلئے خرچ ہو جائے۔

اسی مضمون کے مطابق حدیث میں بھی آتا ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے پوچھا کہ جانتے ہو کہ خدا تعالیٰ نے مجھے کیوں سید ولد آدم قرار دیا ہے۔ تمام انسانوں میں سے سب سے افضل اور سب سے ارفع اور سب سے اعلیٰ اور سب سے کامل اور سب سے بڑا کیوں خدا تعالیٰ نے مجھے قرار دیا ہے۔ خدا کی اور بھی مخلوق ہے وہ بھی بڑے کمالات رکھتے ہیں مجھے کیوں خدا تعالیٰ نے سب سے بڑا قرار دیا ہے۔ کیونکہ مجھے خدا تعالیٰ نے شفیع بنایا تمام انسانوں کا۔ تو صحابہ نے عرض کی جیسا کہ اُن کا طریق تھا کہ اللہ و رسولہٗ اعلم اللہ اور اُسکا رسول بہتر جانتے ہیں۔ ہم کیا جانیں، تب فرمایا حضور نے کہ قیامت کا دن ہوگا اور سورج بہت قریب آ جائے گا۔ اور خدا کی مخلوق کو اتنی تکلیف ہوگی اتنی تکلیف ہوگی کہ اُس سے پہلے کبھی اتنی تکلیف نہیں دیکھی ہوگی تب وہ پریشان ہو کر کہیں گے کہ آؤ خدا کے کسی پیارے بندے کے پاس جائیں اور اُس سے کہیں کہ جاؤ خدا کیلئے۔ خدا کے حضور میں ہماری سفارش کرو اور ہمیں مصیبت سے نجات دلاؤ۔ حضور فرماتے ہیں کہ وہ آدم علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور کہیں گے کہ اے آدم تو خدا کا پہلا خلیفہ ہے زمین پر اور خدا کی تجھ پر عنائیت کی نظر تھی۔ خدا کیلئے ہمارے دُکھ پر رحم کر اور خدا کے حضور میں جا کر ہماری سفارش کر لیکن آدم انکار کریں گے اور کہیں گے کہ نہیں آج خدا غضبناک ہے۔ کہ نہ اس سے پہلے اتنا کبھی غضبناک تھا نہ اس کے بعد ہوگا۔ نفسی نفسی نفسی مجھے تو اپنی جان کی پڑی ہے مجھے تو اپنی جان کی پڑی ہے میں تمہاری کیا سفارش کر سکتا ہوں۔ وہ نوح کے پاس جائیں گے وہ ابراہیم کے پاس جائیں گے وہ موسیٰ کے پاس جائیں گے عیسیٰ کے پاس جائیں گے علیہم السلام لیکن سب کی طرف سے جواب ملے گا کہ آج خدا اتنا غضبناک ہے کہ اس سے پہلے اتنا غضبناک نہ تھا۔ نفسی۔ نفسی۔ نفسی ہمیں تو اپنی جان کی پڑی ہے ہم تمہاری کیا سفارش کر سکتے ہیں۔ تب فرمایا وہ میرے پاس آئیں گے جسے اللہ تعالیٰ نے رحمت اللعالمین بنایا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے ٹوٹی ہوئی امیدوں کو جوڑنے والا اور جسے اللہ تعالیٰ نے مایوسیوں کو دور کر کے، امیدیں پیدا کرنے والا سورج بنا کر چڑھایا ہے۔ فرمایا کہ وہ میرے پاس آئیں گے تو میں اُنکی شفاعت کرنے کیلئے تیار ہو جاؤں گا اور خدا تعالیٰ کے عرش کے سامنے جا کر اُسکے حضور سجدے میں گر جاؤں گا تب میرا خدا مجھے ایسے طور پر اپنی حمد و ثناء سکھائے گا کہ نہ مجھ سے پہلے کسی کو سکھائی ہے نہ مجھ سے بعد کسی کو وہ حمد و ثناء سکھائی جائے گی اور جب میں اُس رنگ میں اپنے رب کے حضور حمد و ثناء کروں گا تو میرا رب مجھے فرمائے گا کہ اے محمد تو اپنا سر اٹھا مانگ جو مانگتا ہے تجھے دیا جائے گا۔ جسکی چاہے سفارش کر قبول کی جائے گی۔ فرمایا تب میں سجدے سے اپنا سر اٹھاؤں گا اور میں عرض کروں گا کہ امتی یا رب امتی یا رب۔ میرے رب میں اپنے لئے کچھ نہیں مانگتا۔ میری امت جس کو پانے کیلئے جسکے اندر نیکی و تقویٰ اور توحید قائم کرنے کیلئے اپنا سب کچھ قربان کیا اپنے جگر کا خون کیا۔ میرے رب میں اپنی امت کیلئے شفاعت کرتا ہوں۔ میری امت کو بخش دے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ میری شفاعت کو قبول کرے گا اور ہر وہ شخص جو خدا کے ساتھ کسی کو شریک قرار نہیں دیتا سچے دل سے صحیح معنوں میں وہ میری شفاعت سے حصہ پا کر اللہ تعالیٰ کے فضلوں کا وارث ہوگا۔ فرمایا کہ پھر اسی دعا کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے مجھے خوشخبری دی ہے کہ جنت کے جو اللہ تعالیٰ نے آٹھ دروازے رکھے ہیں۔ اُن میں سے ایک دروازہ صرف میری امت کے لئے ہے اور باقیوں میں بھی وہ تمام امتوں کے ساتھ برابر کے شریک ہوں گے۔ اسی طرح سے فرمایا کہ اپنی شفاعت کے اس مقام کو اپنی امت پر بلکہ تمام نوع انسان پر رحمت اور شفقت جو اللہ تعالیٰ نے آپ کے دل

میں پیدا کی تھی اُس کے اظہار کیلئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبیوں کو ایک موقعہ دعا کا دیا کرتا ہے۔ وہ ایسا موقعہ ہوتا ہے کہ اُسوقت وہ جو بھی اللہ تعالیٰ سے مانگیں اللہ تعالیٰ اُن کو رد نہیں کرتا اُن کی دعا قبول کرتا ہے۔ فرمایا مجھے بھی اللہ تعالیٰ نے وہ موقعہ دیا اور مجھے بھی کہا کہ یہ موقعہ ہے جو مانگے گا تجھے دیا جائے گا۔ لیکن میں نے اپنے رب سے عرض کی کہ خدایا میرا یہ حق محفوظ رکھ۔ آج میں تجھ سے کچھ نہیں مانگوں گا لیکن قیامت کے دن میں یہ حق استعمال کروں گا اور اپنی امت کے حق میں شفاعت کروں گا اس حق کو استعمال کر کے۔ سو جو بھی آپ کے دل میں محبت تھی وہ اپنی امت کیلئے اور خدا کی مخلوق کیلئے اور نوع انسان کیلئے۔

تو خدا کے بندوں سے محبت آپ کا فطری رنگ تھا اور ان کیلئے جان دینا آپ کیلئے ایک طبعی امر تھا۔ انجیل میں آتا ہے کہ اس سے بڑھ کر کوئی کسی سے کیا محبت کرسکتا ہے کہ اُسکے لئے اپنی جان دیدے۔ گویا کہ مسیح علیہ السلام نے اپنی قربانی کو ایک بہت بڑی چیز قرار دیا اور کہا دیکھو میں تمہارے لئے اپنی جان دے رہا ہوں اور اس سے بڑھ کر محبت کسی کی کیا ہوسکتی ہے۔ یہ صحیح ہے کہ دوسروں کی خاطر اپنی جان دینا بڑی محبت کی دلیل ہے اور بہت ہی شفقت کی دلیل ہے مگر کیا کوئی عقلمند اس بات کو تسلیم کرے گا کہ ایک سپاہی جو اپنے ملک کی خاطر جان دے دیتا ہے اُس کی قربانی اُس ماں کی قربانی سے بڑھ کر ہے جو اپنا خون پلا کر اپنے بچے کو پالتی ہے جو راتوں کو اُسکے لئے جاگتی ہے۔ جو ہر وقت اُسکے لئے مرتی ہے جو اُسکو زندگی دینے کیلئے خود موت کا مقابلہ کرنے کیلئے کھڑی ہو جاتی ہے۔ مسیح علیہ السلام کی محبت یقیناً اُس سپاہی کی سی محبت ہے جو اپنے ملک کیلئے جان دے دیتا ہے مگر ہمارے سید و مولیٰ ہمارے آقا محمد مصطفےٰ ﷺ کی محبت نوع انسان کیلئے اُس ماں کی طرح ہے جو ہر لحہ اپنے بچے کیلئے جان دے دیتی ہے۔ آپ نے خدا کی مخلوق کیلئے اپنی جان کو قربان کیا۔ حدیث میں آتا ہے کہ ایک صحابی کہتے ہیں کہ میرے دل میں یہ خیال آیا کہ مدینے میں رسول اللہ ﷺ سے زیادہ صحبت اور فیض حاصل کرنے کا موقعہ نہیں ملتا سفر میں رات دن آپ کے ساتھ رہوں گا اور آپ کی سیرت کا مطالعہ کروں گا۔ کہتے ہیں سارا دن ہم سفر کرتے رہے۔ رات کے وقت آرام کیلئے خیمے لگائے تو لوگ سو گئے۔ میں جا کر آپ کے خیمے کے باہر کھڑا ہو گیا اور ایک سوراخ سے جھانک کر دیکھنے لگا۔ حضور اندر تشریف لے گئے اور جا کر سیدھے نماز کیلئے کھڑے ہو گئے۔ ساری رات کھڑے رہے اور ساری رات ہمارے لئے دعا کرتے رہے کہ یا اللہ الھم ان تعذبھم فانھم عبادک وان تغفرلھم فانک انت العزیز الحکیم۔ خدایا تیری مخلوق ہے اگر تو ان کو عذاب دینا چاہے تو واقعی سزاوار ہیں۔ خطا کار ہیں۔ قصوروار ہیں لیکن اگر تو بخش دے تو یہی تیری شان کے شایان ہے۔ ساری رات ہمارے لئے شفاعت کرتے رہے۔ سارا دن دکھ اٹھایا تکلیف اُٹھائی ہماری خاطر تا کہ دین کو دنیا پر قائم کرسکیں۔ خدا کی توحید کو دنیا پر قائم کرسکیں اور پھر جب سو گئے تو ساری رات کھڑے ہو کر ہمارے لئے دعا کرتے رہے۔ یہ رنگ محبت کہاں کسی میں پایا جاتا ہے کون عقلمند یہ کہہ سکتا ہے کہ ماں کی محبت سے بڑھ کر سپاہی کی محبت ہوتی ہے۔ سو رسول اللہ ﷺ کا ہی ایک پاک وجود ہے جسکے دل میں اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کیلئے ایک ایسی فطرتی اور طبعی محبت پیدا کر دی تھی جو کہ ماں کی محبت سے مشابہ ہے مگر اُس سے بہت بڑھ کر ہے چنانچہ خود فرمایا۔

قُلْ مَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ وَمَا أَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِينَ (38:86)

تو ان سے کہہ دے کہ میں جو تمہاری خدمت کرتا ہوں۔ تمہارے فائدے کیلئے دکھ اٹھاتا ہوں تمہیں خدا تعالیٰ کا پیغام پہنچانے کیلئے ہر قسم کی ذلت سہتا ہوں۔ تمہاری گالیاں برداشت کرتا ہوں اور آج تم مجھے مارتے بھی ہو ذلیل بھی کرتے ہو سب کچھ برداشت کرتا اور اپنی جان کو خطرے میں ڈالتا ہوں مَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ میں کسی اجر کی خاطر کسی معاوضہ کی خاطر کسی نوکری کی خاطر کسی تنخواہ کی خاطر کسی عزت کی خاطر کسی منصب کی خاطر نہیں ایسا کرتا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِينَ اور تم جانتے ہو کہ تکلف کرنا میری طبیعت میں نہیں ہے یہ تو ایک طبعی امر ہے۔ فطرتی طور پر خدا نے اپنی مخلوق سے محبت میرے دل میں پیدا کر دی ہے سو میں تو مجبور ہوں کہ خدا کی مخلوق سے محبت کروں۔ پھر حضور فرماتے ہیں کہ 'الحب اساسی' اللہ تعالیٰ نے میرے وجود کی بنیاد ہی محبت پر رکھی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی محبت اور شفقت کا رنگ اتنا گہرا تھا کہ کسی طرح اور کسی حالت میں وہ چُھپنے کا نام نہیں لیتا تھا۔ کتنے کتنے دکھ آپ کو دئے گئے۔ کس کس طرح آپ کو ستایا گیا خود فرماتے ہیں کہ خدا کی راہ میں اور اُسکے بندوں سے ہمدردی کی پاداش میں مجھے وہ دکھ دئے گئے جو کسی انسان کو نہیں دیئے گئے اور اس قسم کے خطرات میں سے اور ہولناک راستوں میں سے مجھے گزرنا پڑا ہے

جس میں سے کسی کو نہیں گزرنا پڑا۔ فرمایا کہ ایک دفعہ مسلسل ۳۰ دن ایسے آئے کہ میرے اور بلال کے کھانے کیلئے کچھ موجود نہ تھا۔ اتنا بھی نہ تھا جو بلالؓ کی بغل میں چھپ جائے اور پتہ نہ لگے کہ اُس میں کچھ بھی موجود ہے۔ بلکہ روایت میں یہ بھی آتا ہے اتنا بھی کچھ کھانے کو نہیں تھا جسے حیوان بھی کھا کر زندہ رہ سکے۔ اس حدیث کو بھی جب انسان پڑھتا ہے کم ازکم جب میں نے پڑھا تو مجھ پر یہ تاثر ہوا کہ رسول اللہ ﷺ اپنی تکلیف کا ذکر نہیں فرما رہے بلکہ بلال کی تکلیف کا ذکر فرما رہے ہیں۔ کہ میں تو خیر برداشت کر گیا مگر مجھے جو دُکھ تھا وہ یہ تھا کہ خدا کے ایک بندے بلال کو دکھ پہنچا اور اُس کو اسطرح سے بھوکا رہنا پڑا۔

اُحد کی جنگ میں بدبختوں نے حضور ﷺ پر پے در پے حملے کئے سر سے لیکر پاؤں تک آپ کو لہولہان کر دیا۔ چہرے سے آپ خون پونچھتے جاتے تھے اور فرماتے تھے۔ کیف یُفلح قوم شجّوا نبیھم۔ وہ بدبخت قوم کس طرح سے کامیاب ہوگی۔ خدا کے فضلوں کو کس طرح سے حاصل کرے گی جس نے اپنے ہی نبی کی محبت کی قدر نہیں کی۔ اُسکی شفقت کی قدر نہیں کی اُس نے تو اُن کو بلایا کہ خدا کے فضلوں کے وارث ٹھہریں مگر انہوں نے الٹا اُسکا یہ بدلا دیا کہ اُسکے چہرے کو خون آلود کر دیا۔ اور اُس پر جتنے ظلم توڑ سکتے تھے توڑے۔ فرمایا دُکھ کے ساتھ فرمایا ساتھ ہی دعا کی۔ اسکے باوجود یہ نہیں تھا کہ بددعا کی ہو۔ یہ دعا کی الھم اھدی قومی فانھم لایعلمون۔ خدایا میری قوم پر رحم کر انہیں بخش دے اور اُن کو ہدایت دے۔ عیسائی لوگ کہتے ہیں کہ دیکھو مسیح نے صلیب پر اپنے دشمنوں کیلئے دعا کی کہ خدایا میری قوم کو بخش دے۔ ہم مسیح علیہ السلام کے اخلاق کی قدر کرتے ہیں۔ یقیناً ان کے دل میں یہ محبت خدا کی رحمت کا ایک جذبہ تھا۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا نزول تھا۔ مگر انہوں نے صرف بخشش کی دعا کی۔ مگر رسول اللہ ﷺ نے اپنے خون کے پیاسوں کو۔ اُن کو جنہوں نے آپ پر اور آپ کے ماننے والوں پر ایسے مظالم توڑے ہیں کہ درندے بھی اُس سے بڑھ کر نہیں کر سکتے۔ ہاں اُن دشمنوں کو جنہوں نے آپکی صاحبزادی کو جبکہ وہ حاملہ تھیں اونٹ سے گرا دیا اور اسطرح سے وہ شہید ہوگئیں اُن کیلئے صرف بخشش کی دعا نہیں کی بلکہ عرض کی الھم اھدی قومی۔ خدایا صرف اُن کو بخش ہی نہ بلکہ وہ تمام نعمتیں جو تو نے مجھے عطا فرمائی ہیں۔ جو تو نے میری اولاد کو عطا فرمائی ہیں جو تو نے میرے صحابہ کو عطا فرمائی ہیں ان میرے خون کے پیاسوں کو بھی ان نعمتوں میں سے حصہ دے اور ان کو بھی وہ برکت عطا فرما جو تو نے ہم کو عطا فرمائی ہے۔

انسان حیران رہ جاتا ہے کہ حضور کی برکتوں اور نفع رسانی کو کس سے تشبیہ دے۔ بارش بیشک حیات بخشش ہے۔ سورج کی منفعت سے کسی کو انکار نہیں۔ اگر اُسکا نور اور گرمی نہ ہو تو زندگی ختم ہو جائے۔ لیکن یہ نفع رسانی صرف جسم تک محدود ہے۔ بلکہ چندروز۔ مگر ہمارا رسول وہ پانی ہے جو دائمی اور لازوال زندگی دیتا ہے وہ سورج ہے جو روح کو گرماتا ہے اور قلوب کو منور کرتا ہے۔ عقل دنگ ہے کہ آپکی محبت اور شفقت کو کس کی محبت اور شفقت سے مشابہت دے۔ دنیا میں تین قسم کی محبت اعلےٰ سمجھی جاتی ہیں۔ ماں باپ کی محبت اولاد سے۔ انسان کی محبت اپنی جان سے اور مالک کی اپنی ملک سے۔ قرآن کریم میں اشارۃً آپکی محبت کو ماں کی محبت سے تمثیل دی گئی ہے۔ بلکہ آپ کی محبت ماں کی محبت سے بڑھ کر ہے۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں

آن تراحم ہا کہ خلق از وے بدید کس نہ دیدہ در جہاں از مادرے

وہ رحمت اور شفقت جو خدا کی ساری مخلوقات نے رسول کریم ﷺ سے دیکھی کسی بچے نے اپنی ماں سے وہ محبت اور شفقت نہیں دیکھی۔ پھر قرآن کریم میں آپ کو باپ قرار دیا گیا ہے اور سورۃ فاتحہ میں اور خود آپ کے اسم گرامی محمد میں آپکی ظلی مالکیت کی طرف اشارہ ہے اور آپ کو مخلوق سے وہ تعلق بھی ہے جو روح کو جسم سے ہوتا ہے جیسا کہ خداتعالیٰ فرماتا ہے کہ۔

ثُمَّ أَنشَأْنَاهُ خَلْقًا آخَرَ فَتَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ (23:14)

کہ اللہ تعالیٰ نے جسطرح سے انسان کے جسم کو مراتب کیساتھ آہستہ آہستہ تدریجاً ترقی دی ہے۔ نطفہ تھا پھر علقہ بنا پھر مضغہ بنا پھر ہڈیاں بنیں پھر اُسکے اوپر کھال چڑھی پھر اُسکے اندر روح پھونکی گئی۔ اسی طرح سے روحانی ترقیات کا بھی یہ حال ہے اور انسان نے نوع انسان کے طور پر مجموعی طور پر جو ترقی کی وہ اسی رنگ میں ہے۔ پہلے انسان

جو پیدا ہوئے وہ نطفہ کے مقام تک پہنچے پھر علقہ کے مقام تک پہنچے پھر مضغہ اور ہڈیاں ظاہری شکل میں پوری ہوئی۔ اسی طرح نوع انسان نے بھی ترقی کی ہے۔ مگر جب انسان کا جسم ماں کے پیٹ میں پورا ہوجاتا ہے۔ سارے خدوخال اُسکے نمایاں ہوجاتے ہیں۔ سارا جسم بن جاتا ہے۔ ڈھانچہ پورا ہوجاتا ہے۔ کھال بھی اوپر چڑھ جاتی ہے تب بھی وہ انسان نہیں کہلاتا جب تک اُسکے اندر روح نہ پھونکی جائے۔ تب خدا فرماتا ہے ثُمَّ أَنشَأْنَاهُ خَلْقًا آخَرَ روح پھونکے جانے کے بعد ہی انسان کا ڈھانچہ جو ہے انسان کہلاتا ہے ورنہ ایک گڈا ہوتا ہے ایک پتلا ہوتا ہے۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں ہوتا۔ فرمایا ہے کہ اسطرح انسانیت کا مجموعی طور پر قصہ ہے کہ جب تک محمد مصطفےٰ ﷺ مبعوث نہیں ہوئے تو انسانیت اگر اپنی ظاہری شکل وشباہت کے لحاظ سے مکمل ہوچکی تھی مگر جان اس میں نہ تھی۔ اسمیں روح نہ پڑی تھی۔ رسول اللہ ﷺ کے وجود کے ذریعہ انسانیت کے اندر جان پڑ گئی۔

جب خدا نے اپنے فضل سے اُن کے اندر روح پھونکی تو رسول کریم ﷺ کو نوع انسان کے ساتھ وہ تعلق ہے جو جسم کو جان کے ساتھ ہوتا ہے۔ رسول کریم ﷺ تمام کائنات کی روح ہیں۔ غرض آپ میں یہ ساری محبتیں جمع ہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

النَّبِيُّ أَوْلَى بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنفُسِهِمْ وَأَزْوَاجُهُ أُمَّهَاتُهُمْ (33:06)

الغرض کہ نبی کی محبت جو مومنوں کے ساتھ ہے۔ فرمایا کہ ہر محبت سے بڑھ کر ہے کوئی محبت اسکا مقابلہ نہیں کرسکتی۔

النَّبِيُّ أَوْلَى بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنفُسِهِمْ۔ کوئی باپ۔ کوئی ماں۔ کوئی دوسرا پیارا اور عاشق اُن کا اُن سے وہ محبت نہیں کرسکتا جو نبی ان سے کرتا ہے۔ فرمایا اُسکی محبت اُس سے بھی بڑھ کر ہے جو اُنکی اپنی جان سے۔ حدیث میں آتا ہے کہ صحابہ کہتے ہیں کہ ہم نے ایک دفعہ حضرت عمرؓ کو دیکھا کہ حضور ﷺ کو خلوت میں پا کے اُنہوں نے حضور کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور عرض کی کہ یارسول اللہ مجھے اپنی جان کے سوا ہر چیز سے زیادہ آپ سے محبت ہے۔ حضور نے نفی میں سر ہلایا کہ عمرؓ اس سے کام نہیں چلے گا۔ فرمایا جب تک اپنی جان سے بڑھ کر اور ہر پیاری سے پیاری چیز سے بڑھ کر مجھ سے محبت نہیں کروگے اسوقت تک خدا کے مقبول نہیں بن سکتے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے کہ اگر تمہارے ماں باپ اور تمہارے بچے اور تمہاری بیویاں اور تمہاری اولاد اور تمہاری تجارتیں اور تمہارے اموال اور تمہاری جائیدادیں خدا اور اُسکے رسول سے زیادہ تم کو محبوب ہیں جاؤ دوزخ میں جاؤ۔ تم خدا کے مقبول ہونے کے قابل نہیں۔

فَتَرَبَّصُوا حَتَّى يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ (9:24) دیکھو خدا تعالیٰ تمہارے جیسے فاسقوں کے ساتھ کیا سلوک کرتا ہے۔ صحابہ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے جب یہ کہا تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ نہیں عمر جب تک خدا کے رسول سے سب سے بڑھ کر محبت نہ کرو خدا کے مقبول نہیں بن سکتے۔ حضرت عمرؓ بڑے جری تھے اور صاحب دل تھے اور فوری طور پر بغیر سوچے سمجھے کسی بات کا اقرار کرنا اور عہد کرنا آپ کا طریق نہ تھا۔ خاموش ہوگئے حضور کا ہاتھ تھامے بیٹھے رہے۔ پھر کہنے لگے کہ یارسول اللہ مجھے خدا کی قسم ہے کہ مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ آپ سے محبت ہے تو فرمایا کہ النَّبِيُّ أَوْلَى بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنفُسِهِمْ کہ نبی کی محبت اُس سے بھی بڑھ کر ہے جتنی انسان کو اپنی جان سے ہوتی ہے۔ اسلئے مومنوں کا بھی فرض ہے کہ نبی سے ایسی محبت کریں۔ ہر محبت سے بڑھ کر خدا کے رسول سے محبت ہو۔ فرمایا کہ یہ صرف دعویٰ نہیں ہے وَأَزْوَاجُهُ أُمَّهَاتُهُمْ اسکا ثبوت موجود ہے کہ اُسکی بیویاں اُسکے تعلق کی وجہ سے اتنی شفیق ہوگئی ہیں۔ امت پر اور مومنین پر اور وہ ماؤں کی طرح ہوگئی ہیں۔ تو رسول اللہ ﷺ کی محبت کے نتیجہ میں آپکی ازواج کا ماں ہوجانا اور ماں کا نمونہ دکھانا جیسا کہ قرآن کریم سے ثابت ہے۔ روایات اور حدیث سے ثابت ہے۔ ثبوت ہے اس بات کا کہ رسول کریم ﷺ کی محبت کا کوئی اندازہ نہیں کرسکتا۔ صرف آپکی محبت اور آپ کے گھر میں رہنے کی وجہ سے آپکی ازواج کے دل میں جب تمام مخلوق خدا کیلئے اور خصوصاً مومنین کیلئے دل میں ایسی محبت پیدا ہوگئی کہ خدا نے ان کو مائیں قرار دیا اور یہ بھی ثابت کردیا کہ وہ واقعی مائیں تھیں۔ میں نے تمام ازواج مطہرات کی سیرت پر نظر کی ہے اور بڑے غور سے نظر کی ہے۔ ایک خصوصیت سب کے اندر نمایاں طور پر اور بے نظیر طور پر پائی جاتی ہے کہ ان میں سے ہر ایک اعلیٰ درجہ کی سخی

تھی۔ حضرت عائشہؓ کے متعلق آتا ہے کہ آپ کو آپ کے بھانجے نے جنہیں آپ نے خود پالا تھا حضرت عبداللہ بن زبیر نے ایک مرتبہ ایک لاکھ روپیہ دیا۔ صبح سے شام تک غرباء کو بلا بلا کر تقسیم کیا۔ کسی کی شادی کیلئے۔ کسی کے بچوں کیلئے۔ کسی کی تعلیم کیلئے۔ کسی کے کسی اور مقصد کیلئے صبح سے شام تک تقسیم کرتی رہیں اور شام کو کپڑے جھاڑ کر کھڑی ہو گئیں۔ ایک روپیہ بھی باقی نہ رہا۔ جو ملازمہ گھر میں تھی پوچھا کہ کچھ کھانے کو ہے۔ اس نے کہا کہ گھر میں تو کھانے کو کچھ نہیں۔ کہنے لگیں کہ چلو کوئی بات نہیں رات بھوکے گزار لیں گے۔ ایک لاکھ روپیہ تھا اور رات بھوکے گزری آپکی۔ یہی ماؤں کا طریقہ ہوا کرتا ہے۔ اور یہ ثبوت ہے اس بات کا کہ یہ کوئی دعویٰ نہیں ہے کہ النَّبِيُّ أَوْلَى بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنفُسِهِمْ صرف دعویٰ نہیں ہے بلکہ رسول کریم ﷺ کی ازواج نے ثابت کر دیا کہ جب وہ مائیں تھیں تو آپ کی محبت کی وجہ سے اور آپ کے فیضان کی وجہ سے۔ تو محمد مصطفےٰ ﷺ کی محبت کا اندازہ کرنا کسی انسان کے بس میں نہیں ہے۔

جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضور ﷺ نے اعلان فرما دیا کہ چونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے أَوْلَى بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنفُسِهِمْ قرار دیا ہے اور یہ فرمایا ہے کہ میری محبت سب سے بڑھ کر ہے مومنوں سے، اسلئے فرمایا کہ آئندہ سے جو بھی مومن مریگا اگر وہ وراثت چھوڑے گا تو وہ اُسکے ورثاء کو ملے گی اور اگر کوئی قرض چھوڑے گا تو میں اُسکا ذمہ دار ہوں اور میں اسکی طرف سے قرض ادا کرونگا۔ حالانکہ ماں باپ بھی وراثت میں حصہ پاتے ہیں۔ اولاد بھی وراثت میں سے حصہ پاتی ہے۔ بھائی بھی کبھی کبھی وراثت میں سے حصہ پاتے ہیں۔ بیویاں بھی وراثت سے حصہ پاتی ہیں اور خاوند بھی وراثت سے حصہ پاتے ہیں۔ سب پیار کرنے والے اور پیارے وراثت میں سے حصہ پاتے ہیں مگر رسول کریم ﷺ کی محبت اتنی زیادہ تھی کہ فرمایا کہ خود تفسیر کر دی أَوْلَى بِالْمُؤْمِنِينَ کی کہ میری محبت سب محبتوں سے بڑھ کر ہے۔ لوں گا کچھ نہیں دینے کیلئے سب کچھ تیار ہوں۔ وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ خدا کے خزانے لٹانے میں ہمارا رسول کسی طرح بخیل نہیں حضور ﷺ کے وجود میں تمام محبتیں جمع ہیں اور وہی ہیں جو آپ کے رب نے آپکو قرار دیا۔ وماارسلناک الا رحمت للعالمین۔ آپ رحمت مجسم ہیں ہر ایک سے پیار کرنے والے۔ ہر ایک سے محبت کرنے والے اور ہر ایک پر ترس کھانے والے اور ہر ایک انسان کی ہمدردی اور غمگساری میں دکھ اٹھانے والے۔ ہر ایک کی بخشش کا سامان کرنیوالے۔ ہر ایک کی نگہداشت اور خبر گیری کرنے والے۔ ہر ایک کے وجود کے باعث اور ہر ایک کی بقا کا ذریعہ۔ ہر موجود کے شفیع اور اُس تک کا فیضان پہنچانے کا ذریعہ اور وسیلہ۔ فرمایا انا القاسم واللہ المعطی۔ دینے والا اور اصل فضل کرنیوالا اور رحم کرنیوالا اور ربوبیت کرنے والا تو اللہ ہی ہے مگر اُس نے اپنی حکمت کاملہ سے مجھے اپنی رحمت کا تقسیم کرنیوالا اور مجھے اپنے فیضان کا مخلوق تک پہنچانے والا بنایا ہے۔ آپکی ہمدردی اور ترحم کی گہرائی اور وسعت کا اندازہ کسی انسان کے بس میں نہیں ہے۔ آپ رحمت ہیں عالم ملکوت کیلئے۔ رحمت ہیں عالم جمادات کیلئے اور رحمت ہیں عالم نبات کیلئے رحمت ہیں عالم حیوان کیلئے۔ ہر جاندار سے حسن سلوک کی تعلیم دی۔ بلکہ آپ رحمت ہیں انسانوں کیلئے اور مومنوں کیلئے بھی۔ فرمایا

لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُم بِالْمُؤْمِنِينَ رَؤُوفٌ رَّحِيمٌ (9:128)

احسان خدا کی۔ اس سب سے بڑی رحمت کی قدر کرو۔ تم میں سے خدا نے ایک رسول مبعوث کیا ایسا عظیم الشان رسول کہ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ ۔ دنیا میں کوئی انسان ایسا نہیں ہوا جس نے رسول کریم ﷺ سے بڑھ کر دکھ اٹھائے ہوں لیکن فرمایا کہ ہر دکھ اپنی جان پر سہتا ہے مگر خدا کی مخلوق کے دکھ نہیں دیکھ سکتا۔ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ تمہارا دکھ میں پڑنا اُسکے لئے ناقابل برداشت ہے۔ حَرِيصٌ عَلَيْكُم ۔ حضور ﷺ سے زیادہ غنی دل کسی نے نہیں دیکھا۔ قناعت پیشہ آپ سے بڑھ کر کوئی نہیں ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے سامنے تمام دولتیں پیش کیں۔ بدقسمتی سے مسلمانوں نے اُسے کملی والا کملی والا کہا کہ نعوذ باللہ رسول کریم ﷺ کوئی فقیر تھے۔ خدا تعالیٰ نے آپ کو وہ نعمتیں عطا فرمائی تھیں جس سے بڑھ کر کسی انسان کو نہیں ملیں۔ بادشاہت عطا فرمائی۔ دولت عطا فرمائی لیکن آپ پھر بھی فقیر ہی رہے اسلئے کہ ساری دولت کو خدا کے بندوں پر خرچ کیا اور انکی خدمت میں لگا دیا۔ آپ نے بھوکے رہ کر دوسروں کا پیٹ بھرا۔ آپ نے اپنے تن پر موٹا جھوٹا پہن کر اور پیوند لگے ہوئے کپڑے پہن کر دوسروں کے تن کو ڈھانپا۔ ہر قسم کی تکلیف اٹھا کر دوسروں کیلئے رحمت اور آرام کے سامان کئے۔ خدا فرماتا ہے کہ

حَرِيصٌ عَلَيْكُم وہ شخص جسکے پاس حرص پھٹکا نہیں تھا خدا کی مخلوق کیلئے حریص تھا کہ خدا کی مخلوق خدا کے فضلوں کی وارث ہوجائے۔ آپ کا دل چاہتا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق کو اللہ کے سارے فضل۔ ظاہری وباطنی دینی ودنیوی مل جائیں۔ بِالْمُؤْمِنِينَ رَؤُوفٌ رَّحِيمٌ ۔ فرمایا خدا کے سارے بندوں کے ساتھ اسکی رحمت اور شفقت ہے، مومنوں کے ساتھ کہا گہری ہے۔ بِالْمُؤْمِنِينَ رَؤُوفٌ رَّحِيمٌ مومنوں کے ساتھ اُسکے پیار اور رحمت کا کچھ ٹھکانا نہیں ہے۔

حجۃ الوداع کے موقعہ پر حضورﷺ نے صحابہ سے پوچھا کہ قیامت کے دن جب اللہ تعالیٰ تم سے پوچھے گا میرے متعلق کیا گواہی دو گے۔ ھل بلغتُ وادیتُ ونصحتُ کیا تم یہی گواہی دو گے کہ میں نے خدا کا پیغام اور تبلیغ کا حق ادا کردیا اور اللہ تعالیٰ نے مجھ پر جو فرائض رکھے وہ ادا کردئے اور تم سے جو ہمدردی اور شفقت کا جو حق تھا وہ ادا کردیا کہ نہیں کیا جواب دو گے خدا کے سامنے۔ صحابہ نے عرض کی کہ قد بلغتَ وادیتَ ونصحتَ فجزاک اللہ عنا یارسول اللہ۔ یارسول اللہ ہم آج بھی اور قیامت کے دن بھی خدا کے سامنے بھی یہی گواہی دیں گے کہ آپ نے خدا تعالیٰ کی تبلیغ کے فرائض ادا کردئے اُسکی توحید کو قائم کرنیکا حق ادا کردیا اُسکے نام کی عظمت اور جلال کو قائم کرنیکا حق ادا کردیا اور خدا کی مخلوق کی شفقت اور ہمدردی کا جو حق آپکی طرف تھا وہ حق آپ نے ادا کئے۔ اللہ تعالیٰ آپکو ہماری طرف سے وہ جزا دے جو کسی نبی کو اُسکی امت کی طرف سے نہ ملی ہو۔ صحابہ نے بھی یہی گواہی دی اور ہم بھی یہی گواہی دیتے ہیں اور ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے رسول کو وہ جزا دے جو رسول کریمﷺ کی شفقت اور خدا کی شان کریمی کے مطابق ہو۔ الھم صلی علیہ وسلم۔

.... تمت ....